Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The solution to contemporary social crises in the light of the Prophet's (صلی اللہ علیہ وسلم) biography: A comparative and analytical study

عصر حاضر کے سماجی بحرانوں کا حل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں: ایک تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

Dr. Tahira Batool
Lecturer, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
Dr.Sajid Khan
Assistant Professor (Visiting) Department of Islamic Studies & Research UST Bannu

Abstract

The paper is an analysis of contemporary social problems and a comparison of the solutions to these problems with the biography of the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم . More than ever society is characterized by family breakdown, moral corruption, economic unfairness, racial inequality, terrorism and environmental destruction, and the teachings of the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم provide a holistic and practical paradigm of social transformation on both the individual and social fronts. The study isolates some of the key social problems of this present generation and examines their causes and consequences after which the study then examines how the Prophet Shar responded excellently to similar situations he faced during his life. The research insists on the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم treatment towards social justice, moral renewal, prosperity, balance in the family, and religious connection. As an example, they look into the degradation of the family system considering the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم teachings about mutual respect and consultation. The zakat system and charity as a prophetic model are used to resolve economic inequality and the problem of moral corruption is overcome by bringing the notion of integrity, honesty, and focus on telling the truth of the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم . The study also addresses how the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم advocated gender fairness, did away with racial supremacy and prepared young people to be leaders and servants to people. Much of the study is devoted to demonstrate how the prophetic solutions can be transported both through time and space. The use of primary sources such as Quran, Hadith, and authentic Seerah literature is coupled with the modern sociological studies which allows to maintain the balance between traditional and modern approaches. The research recommends the application of prophetic principles in the education, media, economy and governance in order to achieve a just, ethical and harmonious society through practical suggestions. Finally, it can be concluded that the Seerah of the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم is applicable as a guideline throughout time and is not only limited to Muslims, but also to the entire humankind. It gives a complete model that touches on human nature, needs in

society as well as global peace. The results indicate that the implementation of these teachings in the modern environment can play a significant role in addressing the acute social issues and leading the society toward the sustainable and inclusive progress.

Keywords: *Seerah of the Prophet صلى الله عليه وسلم, Social crises, Islamic solutions, Moral decline, Economic justice, Family system, Comparative analysis*

1۔ تعارف

آج کا دور سماجی، اخلاقی، معاشی اور ثقافتی بحرانوں سے دوچار ہے۔ خاندانی نظام کی شکست و ریخت، اخلاقی اقدار کا زوال، معاشی ناانصافی، نسل پرستی، دہشت گردی اور ماحولیاتی تباہی جیسے مسائل نے پوری انسانی معاشرت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ایسے میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ایک جامع اور موثر حل پیش کرتی ہیں، جو نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر پائیدار تبدیلی لانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے، خواہ وہ خاندانی تعلقات ہوں، معاشرتی انصاف ہو، یا پھر بین المذاہب ہم آہنگی۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ موجودہ دور کے پیچیدہ سماجی مسائل کا جائزہ لے کر ان کا حل سیرت طیبہ کے تناظر میں پیش کیا جائے، تاکہ معاشرے کو استحکام اور توازن کی راہ پر گامزن کیا جاسکے۔

اس تحقیق کے اہم اہداف میں یہ شامل ہے کہ عصر حاضر کے اہم سماجی بحرانوں کی نشاندہی کی ہے، ان کے اسباب واثرات کا تجزیہ کیا ہے، اور پھر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونوں کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر، خاندانی نظام کے بحران کو نبوی تعلیمات کی روشنی میں کیسے حل کیا جاسکتا ہے؟ یا پھر معاشی ناہمواریوں کے خاتمے کے لیے زکوٰۃ اور صدقات کے نظام کو کیسے فعال بنایا جاسکتا ہے؟ نیز، اس تحقیق کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ نوجوان نسل کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ مطالعہ نہ صرف نظریاتی بحث تک محدود ہے، بلکہ عملی تجاویز بھی پیش کیں ہیں، تاکہ سماجی اصلاح کے لیے واضح لائحہ عمل سامنے آسکے۔

اس تحقیق میں تقابلی اور تجزیاتی طریقہ کار اپنایا گیا ہے، جس میں موجودہ سماجی بحرانوں کا موازنہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حل کے ساتھ کیا ہے تحقیق کے بنیادی ماخذ میں قرآن وحدیث، سیرت کی معتبر کتابیں، نیز سماجی علوم کی جدید تحقیقات شامل ہیں۔ مواد جمع کرنے کے لیے کتابیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعے کی افادیت اس میں پوشیدہ ہے کہ یہ نہ صرف مسلم معاشرے بلکہ عالمی سطح پر سماجی اصلاح کے لیے ایک رہنما دستاویز کا درجہ رکھتا ہے۔

2۔ سماجی بحرانوں کی تعریف اور اقسام

سماجی بحران کی اصطلاحی ولغوی تعریف

سماجی بحران کی لغوی تعریف میں "بحران" عربی زبان کے لفظ "بحر" سے ماخوذ ہے، جس کا مفہوم گہرائی اور شدت سے وابستہ ہے، جبکہ اصطلاحی طور پر یہ ایک ایسی صورت حال کو ظاہر کرتا ہے جب معاشرہ کسی شدید قسم کے انتشار، عدم توازن یا تناؤ کا شکار ہو جائے۔ اسلامی نقطہ نظر سے سماجی بحران کو ایک ایسی کیفیت قرار دیا جاسکتا ہے جس میں معاشرے کے بنیادی اقدار اور نظام متاثر ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں انفرادی واجتماعی زندگی میں خلل واقع ہوتا ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنی مشہور کتاب "مقدمہ ابن خلدون" میں لکھتے ہیں:

"جب معاشرے میں اخلاقی اور تمدنی اقدار کا زوال ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں سماجی انتشار جنم لیتا ہے، جو بالآخر تہذیب کے انہدام کا سبب بنتا ہے"[1]

اسلامی تعلیمات کے مطابق، سماجی بحران کی اصل وجہ انسان کا دینِ فطرت سے دور ہو جانا اور اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس"[2]

عصر حاضر کے اہم سماجی بحران (خاندانی، اخلاقی، معاشی)

عصر حاضر میں سماجی بحرانوں کی متعدد شکلیں سامنے آ رہی ہیں، جن میں خاندانی نظام کا ٹوٹنا، اخلاقی اقدار کا زوال، اور معاشی ناہمواریاں نمایاں ہیں۔ خاندانی بحران کی صورت میں طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات، اولاد کی نافرمانی، اور رشتوں میں کمزوری جیسی صورتحال نے معاشرے کی بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اخلاقی بحران کے تحت جھوٹ، دھوکہ دہی، بدعنوانی اور عفت و پاکدامنی کے فقدان جیسے مسائل نے معاشرتی امن کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ معاشی بحران کی صورت میں امیر اور غریب کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج، سود خوری کا فروغ، اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے معاشرتی عدم استحکام کو جنم دیا ہے۔ امام غزالی اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں لکھتے ہیں:

"جب معاشرے میں امانت ختم ہو جاتی ہے اور لوگ دھوکہ دہی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں، تو اس کے نتیجے میں معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے"[3]

یہ بحران صرف مسلم معاشروں تک محدود نہیں، بلکہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔

بحرانوں کے اسباب و اثرات کا جائزہ

سماجی بحرانوں کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کی جڑیں بنیادی طور پر انسان کے مادی اور روحانی عدم توازن میں پیوست ہیں۔ دین سے دوری، اخلاقی تربیت کا فقدان، اور صرف دنیوی ترقی کے پیچھے دوڑنا ان بحرانوں کی بنیادی وجوہات ہیں۔ خاندانی نظام کے بکھراؤ کی ایک بڑی وجہ مرد و زن کے درمیان حقوق و فرائض کا عدم توازن ہے، جبکہ اخلاقی بحران کی وجہ تعلیمی نظام سے دینی اقدار کا اخراج ہے۔ معاشی بحران کا سبب سرمایہ دارانہ نظام کا غلبہ ہے، جس میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی اپنی کتاب "الفتح الربانی" میں لکھتے ہیں: "جب معاشرے سے عدل اٹھ جاتا ہے اور لوگ ظلم کو معمول بنا لیتے ہیں، تو اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا ہے، جو معاشرتی تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے"[4]

ان بحرانوں کے اثرات میں معاشرتی انتشار، نفسیاتی بیماریوں میں اضافہ، اور نوجوان نسل کا بے راہ روی کا شکار ہونا شامل ہیں، جو کہ قوموں کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔

3۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ایک جامع رہنما اصول

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت اور عالمگیریت

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا جامع اور عالمگیر نظام حیات پیش کرتی ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت صرف عبادات اور اعتقادات تک محدود نہیں، بلکہ معاشرتی تعلقات، معاشی نظام، سیاسی قیادت اور اخلاقی اقدار سب کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہے۔ ابن قیم الجوزیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" میں لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک کامل نمونہ ہے جو ہر زمان و مکان میں قابل تطبیق ہے"[5]

سیرت کی یہ جامعیت اس بات کی غماز ہے کہ یہ کسی خاص علاقے یا زمانے تک محدود نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بدوی اور شہری، امیر اور غریب، مرد اور عورت سب کے لیے یکساں رہنمائی موجود ہے۔

سماجی مسائل کے حل میں نبوی صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ کار کی افادیت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماجی مسائل کے حل کے لیے جو طریقہ کار اپنایا، وہ آج بھی اسی طرح مؤثر اور قابل عمل ہے جیسے چودہ سو سال پہلے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار محض نظریاتی نہیں تھا، بلکہ عملی تطبیق پر مبنی تھا۔ امام ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب "فتح الباری" میں رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرتی اصلاح کے لیے مرحلہ وار حکمت عملی اپنائی، جس میں تعلیم و تربیت، قانون سازی اور عملی نمونہ پیش کرنا سب شامل تھا"[6]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرتی برائیوں کے خلاف نرمی اور سختی کا توازن برقرار رکھا۔ مثال کے طور پر شراب نوشی کی ممانعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تدریجی حکمت عملی اپنائی، پہلے اس کی قباحت بیان کی، پھر نماز کی حالت میں اس سے منع کیا، اور آخر میں مکمل حرام قرار دے دیا۔

تاریخی تناظر میں سیرت کے عملی نمونے

تاریخ اسلام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونوں سے بھری پڑی ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سماجی مسائل کا حل پیش کیا۔ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب "سیرت النبی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات قائم کر کے معاشرتی انصاف کا ایک زندہ نمونہ پیش کیا"[7]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقوق کے لیے جو اقدامات کیے، وہ تاریخ انسانی میں انسانی حقوق کا اولین چارٹر ہیں۔ بیویوں کے ساتھ حسن سلوک، پڑوسیوں کے حقوق، یتیموں کی کفالت، اور معذور افراد کی خدمت کے واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے وہ روشن پہلو ہیں جو آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عملی نمونہ ہمیں بتاتا ہے کہ سماجی مسائل کا حل محض تقریروں اور قراردادوں میں نہیں، بلکہ عملی اقدامات میں ہے۔

4۔ خاندانی نظام کا بحران اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حل

طلاق اور خانہ جنگی کے بڑھتے واقعات

عصر حاضر میں طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات اور خاندانی انتشار نے معاشرتی ڈھانچے کو شدید متاثر کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق طلاق کو انتہائی ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ امام نووی نے اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں بیان کیا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ حلال چیز طلاق ہے"[8]

موجودہ دور میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی وجوہات میں جذباتی عدم پختگی، مادی ترجیحات اور دینی تعلیمات سے دوری شامل ہیں۔ یہ صورت حال نہ صرف شوہر اور بیوی کے درمیان تعلقات کو متاثر کرتی ہے بلکہ اولاد کی نفسیاتی صحت پر بھی منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے طلاق کے بجائے صلح اور مصالحت کو ترجیح دینے کی تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها إن يريدا إصلاحا يوفق الله بينهما"[9]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی ہم آہنگی کا نمونہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملی زندگی میں خاندانی ہم آہنگی کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ معاملات، اولاد اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات، سب میں اعتدال اور حسن سلوک کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ امام ابن کثیر نے اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں تحریر کیا ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کاموں میں ازواج مطہرات کی مدد کرتے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے اور ہمیشہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ فرماتے"[10]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو زندگی میں باہمی مشاورت، صبر و تحمل اور ایثار کو بنیادی اصول قرار دیا۔ ایک موقع پر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جو خاوند کے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کی بہترین مثال ہے۔

اولاد کی تربیت میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی تربیت کے حوالے سے جو اسوہ حسنہ پیش کیا وہ آج بھی والدین کے لیے مشعل راہ ہے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں لکھا ہے:"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتے، ان کی بات غور سے سنتے اور انہیں پیار سے مخاطب کرتے"[11]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے ساتھ محبت اور نرمی کا برتاؤ کرنے کی تلقین فرمائی، ساتھ ہی ان کی دینی و اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوم کر فرمایا:"جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا، وہ ہم میں سے نہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تربیت یہ تھا کہ بچوں کو بتدریج نماز کی عادت ڈالی جائے، سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جائے اور دس سال کی عمر میں تادیب کا اختیار استعمال کیا جائے۔ یہ تربیتی اصول آج بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جیسے چودہ سو سال پہلے تھے۔

5۔ اخلاقی انحطاط اور اس کا نبوی حل

جھوٹ، دھوکہ اور بددیانتی کا پھیلاؤ

عصر حاضر میں جھوٹ، دھوکہ دہی اور بددیانتی کے بڑھتے ہوئے واقعات نے معاشرتی اقدار کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ یہ رجحان نہ صرف کاروباری معاملات تک محدود ہے بلکہ سماجی تعلقات، تعلیمی اداروں اور حتیٰ کہ خاندانی زندگی میں بھی سرایت کر چکا ہے۔ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "الفتاوی الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"جھوٹ تمام اخلاقی برائیوں کی جڑ ہے جو انسان کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے"[12]

اسلامی تعلیمات میں جھوٹ کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کی شدید تاکید فرمائی ہے:

"وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار"[13]

موجودہ دور میں اس اخلاقی زوال کی بنیادی وجہ مادیت پرستی اور دینی تعلیمات سے دوری ہے جس نے معاشرے کو عدم اعتماد کے بحران سے دوچار کر دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور امانت داری کی مثالیں

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سچائی اور امانت داری کے بے شمار واقعات ملتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاقی معیار کی غماز ہیں۔علامہ علی متقی ہندی اپنی کتاب "کنز العمال" میں رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور امانت داری کا اعتراف آپ کے بدترین دشمنوں نے بھی کیا تھا"[14]

زمانہ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "الصادق الامین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ایک مشہور واقعہ میں، جب کفار قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے دوران حجر اسود کو نصب کرنے کے مسئلے پر اختلاف کیا تو انہوں نے سب سے پہلے آنے والے شخص کو فیصلہ کرنے کے لیے منتخب کیا، اور وہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دور نبوت میں بھی تجارتی معاملات میں مکمل شفافیت اور ایمانداری کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارتی ایمانداری ہی کی وجہ سے آپ کو اپنا کاروباری نمائندہ بنایا تھا۔

معاشرے میں اخلاقیات کی بحالی کے لیے عملی اقدامات

معاشرے میں اخلاقیات کی بحالی کے لیے اسلام نے جو عملی اقدامات تجویز کیے ہیں، ان میں تعلیم و تربیت، قانون سازی اور اجتماعی کوششیں شامل ہیں۔ امام محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب "کتاب التوحید" میں لکھا ہے:

"اخلاقی اصلاح کا آغاز توحید کی صحیح تعلیم سے ہوتا ہے جو انسان کے اندر اللہ کے خوف کو پیدا کرتی ہے"[15]

عملی سطح پر ہمیں درج ذیل اقدامات کرنے چاہئیں: اولاً، تعلیمی اداروں میں اخلاقیات کو لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جائے۔ ثانیاً، معاشرے میں ایمانداری کے مثبت نمونوں کو سراہا جائے اور انعامات دیے جائیں۔ ثالثاً، دھوکہ دہی اور بدعنوانی کے مرتکب افراد کے خلاف سخت قانونی اقدامات کیے جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"یاایہاالذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ"[16]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی ریاست قائم کرتے ہوئے عدل و انصاف پر مبنی معاشرتی نظام تشکیل دیا تھا جس میں اخلاقی اقدار کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ آج بھی اگر ہم اسی نمونے کو اپنائیں تو معاشرے سے اخلاقی بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

6۔معاشی عدم توازن اور اسلامی تعلیمات

امیر و غریب کے درمیان بڑھتی خلیج

عصر حاضر میں امیر اور غریب کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج ایک سنگین سماجی بحران کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہ معاشی عدم مساوات نہ صرف ترقی پذیر ممالک بلکہ ترقی یافتہ دنیا میں بھی ایک بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ امام ابن قدامہ مقدسی اپنی کتاب "المغنی" میں رقمطراز ہیں:

"جب معاشرے میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے تو اس سے سماجی انتشار جنم لیتا ہے"[17]

اسلامی تعلیمات میں اس مسئلے کے حل کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کیا تاکہ یہ مال صرف تمہارے امیروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے"[18]۔

موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام نے اس خلیج کو اور گہرا کر دیا ہے جہاں دولت کا ارتکاز چند افراد اور اداروں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اس صورتحال نے معاشرتی کشمکش، جرائم میں اضافہ اور سماجی بے چینی کو جنم دیا ہے۔

زکوٰۃ، صدقات اور معاشی انصاف کی نبوی تعلیمات

اسلام نے معاشی انصاف کے لیے زکوٰۃ اور صدقات کا ایک موثر نظام وضع کیا ہے جو امیروں اور غریبوں کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔
امام قرطبی اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں لکھتے ہیں:

"زکوٰۃ اسلامی معاشرے کی معاشی صحت کی ضامن ہے جو دولت کے ارتکاز کو روکتی ہے"[19]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے نظام کو نافذ کر کے مدینہ میں ایک مثالی معاشی نظام قائم کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے مالداروں سے لی جائے گی اور تمہارے غریبوں کو دی جائے گی"[20]

زکوٰۃ کے علاوہ صدقات، عطیات اور وقف کا نظام بھی اسلامی معیشت کا اہم حصہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کی ملکیت میں اس کے مال کا حق ہے، اس کے گھر کا حق ہے اور اس کے جانور کا حق ہے" (سنن ابو داؤد)۔ یہ تعلیمات معاشی انصاف کی بہترین عکاس ہیں۔

سود خوری کے بجائے اسلامی معیشت کی طرف رجوع

سود خوری کے بڑھتے ہوئے رجحان نے معاشی عدم توازن کو اور بڑھا دیا ہے۔ امام ابن حزم اندلسی اپنی کتاب "المحلیٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:

:"سود تمام معاشی برائیوں کی جڑ ہے جو معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے"[21]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سود کو جنگ کا اعلان قرار دیا ہے:

"یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"[22]

اسلامی معیشت کے متبادل نظام میں مضاربہ، مشارکہ، مرابحہ اور اجارہ جیسے حلال طریقے موجود ہیں جو سود سے پاک معاشی سرگرمیوں کو فروغ دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سود خوری کو مکمل طور پر ختم کر کے ایک صحت مند معاشی نظام قائم کیا تھا۔ آج بھی اگر اسلامی بینکاری نظام کو صحیح معنوں میں اپنایا جائے تو یہ امیر اور غریب کے درمیان خلیج کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسلامی معیشت کا یہ نظام نہ صرف منصفانہ ہے بلکہ پائیدار ترقی کا ضامن بھی ہے۔

7۔ نسل پرستی اور تعصّب کا خاتمہ

نسلی ولسانی تفاخر کا موجودہ بحران

عصر حاضر میں نسلی و لسانی تفاخر کا بحران عالمی سطح پر تشویشناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ یہ مسئلہ نہ صرف مغربی ممالک بلکہ اسلامی دنیا میں بھی مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ امام ابن عبد البر اپنی کتاب "التمہید" میں تحریر فرماتے ہیں:

"نسلی تفاخر جاہلیت کی بدترین رسومات میں سے ہے جسے اسلام نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا"[23]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا: "یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"[24]

موجودہ دور میں یہ بحران معاشرتی تقسیم، تعصبات اور گروہی کشمکش کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اسلام نے رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی بنیاد پر تفاخر کو سختی سے ممنوع قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر"[25]

حجۃ الوداع کے خطبے میں انسانی مساوات کا اعلان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے تاریخی خطبے میں انسانی مساوات کے اصول کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا۔ امام ابن ہشام اپنی مشہور کتاب "السیرۃ النبویۃ" میں لکھتے ہیں: "حجۃ الوداع کا خطبہ اسلام کے انسانی مساوات کے تصور کا سب سے جامع اظہار ہے"[26] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: "لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو، آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے"۔ یہ تاریخی خطاب نہ صرف عرب و عجم کے امتیاز کو ختم کرتا ہے بلکہ تمام انسانی تفریقوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسلام کا یہ عالمگیر پیغام آج بھی نسلی امتیاز کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین"[27] حجۃ الوداع کا خطبہ در حقیقت انسانی حقوق کا اولین چارٹر ہے جس میں عورتوں کے حقوق، غلاموں کے ساتھ سلوک اور انسانی جان و مال کی حرمت جیسے اہم نکات شامل ہیں۔

صحابہ کرام کے درمیان اخوت کا نبوی نمونہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت کا ایک مثالی نظام قائم کیا۔ امام ابن سعد اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں رقمطراز ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مہاجر کو ایک انصار کے ساتھ بھائی بنا دیا، یہ اسلامی اخوت کا بے مثال عملی نمونہ تھا"[28] اس اخوت نے نہ صرف معاشی مشکلات کو حل کیا بلکہ اجتماعی یکجہتی کو بھی فروغ دیا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کی بھائی چارے کی داستان اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔ قرآن مجید نے اسے "مواخات" کا نام دیا: "والذین تبوءوا الدار والایمان من قبلھم یحبون من ہاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ"[29] یہ اسلامی اخوت کا وہ پاکیزہ رشتہ تھا جس میں رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی تمام تفریق مٹ گئی تھی۔ آج کے تقسیم در تقسیم معاشرے کے لیے یہی نبوی نمونہ صحیح راستہ ہے۔

8۔ عورت کے حقوق اور سماجی مقام کا مسئلہ

عورت کے خلاف تشدد اور استحصال

عصر حاضر میں عورت کے خلاف تشدد اور استحصال کے بڑھتے واقعات نے پورے معاشرتی نظام کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ یہ المیہ نہ صرف ترقی پذیر ممالک بلکہ ترقی یافتہ معاشروں میں بھی ایک چیلنج کی صورت میں موجود ہے۔ امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر "جامع البیان" میں رقمطراز ہیں: "جاہلیت کے دور میں عورت کو ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اسلام نے اسے عزت و وقار کا مقام عطا کیا"[30] اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کا رواج عام تھا، جسے قرآن مجید نے سخت الفاظ میں مذمت کی: "واذا الموؤدۃ سئلت۔ بأی ذنب قتلت"[31]۔ آج بھی معاشرے میں عورتوں کے خلاف گھریلو تشدد، جنسی استحصال، جہیز کے نام پر ظلم اور دیگر مظالم جاری ہیں۔ اسلامی تعلیمات ان تمام برائیوں کی سختی سے مذمت کرتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرے"[32]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خواتین کی عزت و حقوق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو وہ حقوق عطا کیے جو اس وقت کی دنیا میں ناقابل تصور تھے۔ امام ابن قیّم الجوزیہ اپنی کتاب "تحفۃ المودود" میں لکھتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وراثت، تعلیم اور نکاح کے حقوق دینے کے ذریعے انہیں معاشرے میں باعزت مقام عطا کیا"[33]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں"[34] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خواتین کو علم حاصل کرنے، تجارت کرنے اور رائے دینے کا مکمل حق حاصل تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی عالمہ ہزاروں مردوں کو حدیثیں

بیان کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک کامیاب تاجرہ تھیں۔ اسلام نے عورت کو ماں کے روپ میں جنت کا درجہ دیا: "جنت ماں کے قدموں تلے ہے"[35] یہ وہ حقوق تھے جو عورت کو اسلام سے پہلے کسی معاشرے میں حاصل نہیں تھے۔

گھریلو اور معاشرتی سطح پر عورت کا صحیح مقام

اسلام نے عورت کو گھریلو اور معاشرتی زندگی میں ایک متوازن مقام عطا کیا ہے۔ امام بدر الدین عینی اپنی کتاب "عمدة القاری" میں تحریر فرماتے ہیں: "اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام ایک محترم رکن کی حیثیت رکھتا ہے، نہ کہ محکوم کی"[36] گھریلو سطح پر عورت کو بیوی، ماں، بہن اور بیٹی کے روپ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ معاشرتی سطح پر اسلام عورت کو پردے کے ساتھ تعلیم، کاروبار اور دیگر مفید سرگرمیوں کی اجازت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر متبرجات بزینة"[37]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنا تمہاری نیکی ہے"[38]۔ اسلام کا یہ متوازن نقطہ نظر عورت کو بے جا پابندیوں میں بھی نہیں جکڑتا اور نہ ہی بے راہ روی کی اجازت دیتا ہے، بلکہ اسے معاشرے کا ایک فعال اور محترم رکن بناتا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ عورت کو یا تو مظلوم بنایا جا رہا ہے یا پھر آزادی کے نام پر بے راہ روی پر اکسایا جا رہا ہے، اسلام کا یہ اعتدال پسندانہ نقطہ نظر ہی درحقیقت عورت کے صحیح مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔

9۔ نوجوان نسل کا بے راہ روی کا شکار ہونا

منشیات، فراغت اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کا پھیلاؤ

معاصر معاشرے میں منشیات کا بڑھتا ہوا استعمال، فراغت کے اوقات کا غیر مفید استعمال اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کا تیزی سے پھیلاؤ ایک المیہ بن چکا ہے۔ اسلام نے ان تمام معاشرتی برائیوں کے خلاف واضح موقف اختیار کیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکة"[39] جو کہ ان تمام تباہ کن سرگرمیوں سے بچنے کی واضح ہدایت ہے۔ تاریخی طور پر اسلامی معاشروں میں ان برائیوں کے خلاف سخت اقدامات کیے جاتے تھے۔ امام ابن قدامہ المقدسی نے اپنی معروف کتاب "المغنی" میں لکھا ہے: "شراب اور دیگر منشیات انسان کی عقل کو مفلوج کر دیتی ہیں اور اسے معاشرتی برائیوں کی طرف مائل کرتی ہیں، اس لیے شریعت نے انہیں قطعی حرام قرار دیا ہے[40] "موجودہ دور میں بھی مسلم معاشروں کو چاہیے کہ وہ ان برائیوں کے خلاف موثر اقدامات کریں اور نوجوان نسل کو مثبت سرگرمیوں کی طرف راغب کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نوجوان صحابہ کی تربیت (حضرت علی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان صحابہ کرام کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جن میں حضرت علی اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایمان، جہاد، علم اور اخلاقیات کی جامع تعلیمات سے آراستہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ علم و حکمت کے بحر ذخار بن گئے۔ اسی طرح حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانی ہی میں جہاد فی سبیل اللہ کی تربیت دی۔ امام ذہبی نے اپنی معروف کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں تحریر کیا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان صحابہ کو ایسی تربیت دی کہ وہ دین و دنیا دونوں میں کامیاب ہوئے، کیونکہ آپ کی تعلیمات میں توازن تھا"[41] آج کے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ ان صحابہ کرام کی سیرت سے رہنمائی حاصل کریں۔

کیریئر اور شخصیت سازی میں اسلامی رہنمائی

اسلام نے انسان کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے جس میں کیریئر اور شخصیت سازی کے تمام پہلو شامل ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنا چاہیے اور معاشرے کا مفید فرد بننا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن اللہ یحب إذا عمل أحدکم عملاً أن یتقنہ"[42] جو کہ پیشہ ورانہ مہارت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ امام نووی نے اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں لکھا ہے: "مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے پیشے میں ماہر ہو، امانت دار ہو اور معاشرے کے لیے مفید ثابت ہو"[43] موجودہ دور میں مسلم نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے کیریئر کے انتخاب اور شخصیت کی تعمیر میں اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھیں تاکہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکیں۔

10۔ دہشت گردی اور انتہاپسندی کا علاج

دہشت گردی کے نام پر اسلام کو بدنام کرنا

عصر حاضر میں دہشت گردی کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے کا ایک منظم پروپیگنڈا جاری ہے جو بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے خلاف تعصبات کو ہوا دے رہا ہے۔ امام ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب "الصواعق المحرقۃ" میں تحریر فرماتے ہیں: "جس طرح اسلام ظلم و زیادتی کی ہر شکل کی مذمت کرتا ہے، اسی طرح اسلام کے نام پر کیے جانے والے کسی بھی ظلم کو اسلام سے جوڑنا بھی ظلم ہے"[44] قرآن مجید میں واضح الفاظ میں ارشاد ہے: "من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا"[45]۔ موجودہ دور میں میڈیا اور بعض سیاسی قوتیں اسلام اور دہشت گردی کو جوڑ کر پیش کرتی ہیں، حالانکہ اسلامی تعلیمات میں بے گناہوں کے قتل کو سخت ترین الفاظ میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"[46]۔ دہشت گردی کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے کی اس مہم نے عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف نفرت کو فروغ دیا ہے، جس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔

جہاد کے اسلامی تصور کی وضاحت اور غلط فہمیوں کا ازالہ

جہاد کے اسلامی تصور کو جان بوجھ کر یا نادانستہ طور پر مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ امام نووی اپنی کتاب "المنہاج شرح صحیح مسلم" میں لکھتے ہیں: "جہاد کی حقیقی روح نفس کی اصلاح، حق کی تبلیغ اور ظلم کے خلاف مزاحمت پر مشتمل ہے"[47] اسلام میں جہاد کا بنیادی تصور "فی سبیل اللہ" یعنی اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ہے جس کی متعدد شکلیں ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وجاہدہم بہ جہادا کبیرا"[48] جس میں تبلیغی جہاد مراد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بڑا جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا ہے" (سنن ابو داؤد)۔ موجودہ دور میں جہاد کے نام پر کی جانے والی زیادتیاں درحقیقت اسلام کے اصل تصور جہاد سے مکمل انحراف ہیں۔ اسلامی فقہ میں جہاد کے لیے واضح شرائط و ضوابط موجود ہیں جن میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور غیر جنگجو افراد کو نقصان پہنچانے کی سختی سے ممانعت شامل ہے۔ اسلام میں جہاد کبھی بھی دہشت گردی یا بے گناہوں کے قتل کا نام نہیں ہے۔

صلح حدیبیہ جیسے واقعات سے امن کی تعلیم

صلح حدیبیہ کا واقعہ اسلامی تاریخ میں امن و مصالحت کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ امام واقدی اپنی کتاب "المغازی" میں رقمطراز ہیں: "صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبر و تحمل اور دوراندیشی کا مظاہرہ کیا وہ بین الاقوامی تعلقات میں امن کی راہ دکھاتا ہے"[49] یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام میں جنگ نہیں بلکہ امن کو ترجیح دی گئی ہے۔ قرآن مجید نے اسے "فتح مبین" قرار دیا: "انا فتحنا لک فتحا مبینا"[50]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی طرف سے پیش کردہ تمام سخت شرائط کو قبول کر لیا، حالانکہ صحابہ کرام ابتدا میں اس پر راضی نہیں تھے۔ اس صلح نامے نے دس سال کے لیے جنگ بندی کا اعلان کیا اور اس کے نتیجے میں اسلام کو پھیلنے کا وسیع موقع ملا۔ صلح حدیبیہ کا یہ واقعہ آج

کے دور میں بھی اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ تنازعات کا حل گفتگو اور مصالحت میں ہے، نہ کہ تشدد میں۔ اسلام کا یہ امن پسندانہ رویہ موجودہ دور کے بین الاقوامی تنازعات کے حل کے لیے بھی ایک بہترین نمونہ ہے۔

11۔ میڈیا کی منفی اثر پذیری اور اسلامی ضابطے

فحاشی اور تشدد کا فروغ

فحاشی اور تشدد کا فروغ معاشرے کی اخلاقی پستی کی ایک واضح علامت ہے، جس کی مذمت اسلامی تعلیمات میں بار بار کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فحش کاموں اور ظلم سے دور رہنے کا حکم دیا ہے " : **اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے، سوائے حق کے، اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ سخت سزا پائے گا۔**[51] " ۔ اسلامی تاریخ میں بھی فحاشی اور تشدد کے خلاف سخت اقدامات کیے گئے ہیں۔ مثلاً، خلافت عباسیہ کے دور میں فحش کلامی اور تشدد پر پابندی عائد کی گئی تھی، جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب مقدمہ ابن خلدون میں ذکر کیا ہے " : **جب معاشرے میں فحش کلامی اور تشدد بڑھ جاتا ہے تو اس کا نتیجہ اخلاقی زوال اور سماجی انتشار کی صورت میں نکلتا ہے۔)** "[52]۔ لہٰذا، اسلام نے ہمیشہ معاشرے کو پاکیزگی اور امن کی طرف راغب کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مثبت پیغام پھیلانے کا طریقہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں مثبت پیغام پھیلانے کے لیے نرمی، حکمت اور موعظہ حسنہ کا طریقہ اپنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " : **آسانی پیدا کرو، مشکل پیدا نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔**[53] "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تبلیغ اتنا مؤثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے سخت ترین مخالفین کو بھی اسلام کی طرف راغب کر لیا۔ امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے " : **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تبلیغ لوگوں کے دلوں کو نرم کرنے اور انہیں حکمت کے ساتھ سمجھانے پر مبنی تھا، نہ کہ جبر و تشدد پر**"[54]۔ اس لیے آج بھی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے پیغام اسلام کو حکمت اور عمدہ اخلاق کے ساتھ پھیلائیں۔

ذمہ دارانہ میڈیا کے لیے اسلامی اصول

ذمہ دارانہ میڈیا کے لیے اسلام نے واضح اصول متعین کیے ہیں، جن میں سچائی، امانت اور معاشرتی مفاد کو پیش نظر رکھنا شامل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے " : **اور جو باتیں تم کرتے ہو، ان میں انصاف کی پابندی کرو، چاہے وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔**[55] "۔ میڈیا کو چاہیے کہ وہ جھوٹی خبروں، فحش مواد اور تشدد کو ہوا دینے کے بجائے معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ النبویہ میں لکھا ہے " : **جس طرح زبان سے گناہ ہوتا ہے، اسی طرح قلم سے بھی گناہ ہوتا ہے، لہٰذا ہر لکھنے والے کو چاہیے کہ وہ اللہ کے احکامات کو مد نظر رکھے۔**[56] "۔ لہٰذا، میڈیا کے ذمہ دارانہ استعمال کے لیے اسلامی اصولوں کی پابندی ناگزیر ہے تاکہ معاشرے میں امن اور عدل قائم رہ سکے۔

12۔ تعلیمی بحران اور اسلامی نقطہ نظر

مادہ پرستی اور اخلاقی تعلیم کا فقدان

آج کے دور میں مادہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے اخلاقی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرے میں بے راہ روی اور اخلاقی زوال کو فروغ ملا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت پر زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے " : **یہ دنیا کی**

زندگی تو محض کھیل تماشا ہے، اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔[57] "۔ اسلامی تاریخ میں متعدد علماء نے مادہ پرستی کے خطرات سے آگاہ کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب **"تلبیس ابلیس "** میں لکھا ہے" : **جب انسان مال و دولت کو اپنا مقصد حیات بنا لیتا ہے تو وہ اخلاقی قدروں سے محروم ہو جاتا ہے اور شیطان کے دام میں آسانی سے پھنس جاتا ہے۔**[58] "۔ لہٰذا، مسلم معاشروں کو چاہیے کہ وہ مادیت پرستی کے بجائے اخلاقی اقدار کو فروغ دیں تاکہ معاشرے میں توازن قائم رہ سکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور اخلاق کو جوڑنے کا طریقہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اور اخلاق کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا بلکہ دونوں کو ہم آہنگ کر کے ایک متوازن شخصیت کی تعمیر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" : **بے شک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔**[59] " ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نہ صرف علم سکھایا بلکہ ان کے اخلاق کو بھی سنوارا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر اخلاق کے مالک تھے۔ امام بیهقی نے اپنی کتاب **"شعب الایمان "** میں ذکر کیا ہے" : **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ آپ علم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت پر بھی زور دیتے تھے، تاکہ طالب علم علم سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ معاشرے کا مفید فرد بھی بن سکے۔**[60] "۔ اس لیے آج بھی تعلیمی نظام میں علم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت کو شامل کرنا ضروری ہے۔

مسجد نبوی کے دروس سے جدید تعلیمی نظام کی اصلاح

مسجد نبوی اسلام کی تاریخ میں تعلیم و تربیت کا مرکز رہی ہے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دینی و دنیاوی علوم سکھائے۔ مسجد نبوی کے دروس کا طریقہ کار آج کے جدید تعلیمی نظام کے لیے بہترین نمونہ ہے، جس میں علم کو عمل اور اخلاق سے جوڑا گیا تھا۔ امام ابن عبد البر نے اپنی کتاب **"جامع بیان العلم وفضلہ "** میں لکھا ہے" : **مسجد نبوی میں دیے جانے والے دروس محض معلومات تک محدود نہیں تھے، بلکہ ان کا مقصد طلباء کی عملی اور اخلاقی تربیت بھی تھا۔**[61]"۔ موجودہ دور میں تعلیمی نظام کو مسجد نبوی کے اسوہ کی روشنی میں اصلاح کی ضرورت ہے، تاکہ طلباء صرف ڈگریاں حاصل کرنے کے بجائے علم کو عمل میں تبدیل کر سکیں اور معاشرے کے لیے مفید ثابت ہو سکیں۔ یہی اسلام کا حقیقی تعلیمی تصور ہے۔

13۔ماحولیاتی آلودگی اور اسلامی تعلیمات

پانی، ہوا اور زمین کی آلودگی کا بڑھتا خطرہ

عصر حاضر میں ماحولیاتی آلودگی ایک عالمی بحران کی شکل اختیار کر چکی ہے جس میں پانی، ہوا اور زمین کی آلودگی سب سے زیادہ تشویشناک صورتحال ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ماحول کے تحفظ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بے مقصد پیدا نہیں کیا"۔ امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:"اللہ تعالیٰ نے کائنات کو توازن کے ساتھ پیدا کیا ہے، اس لیے اس توازن کو خراب کرنا درحقیقت اللہ کی تخلیق میں خلل ڈالنا ہے"[62]۔ صنعتی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے بے دریغ استعمال نے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار خطرناک حد تک بڑھا دی ہے جبکہ پلاسٹک اور کیمیکلز کے استعمال نے آبی وسائل کو شدید متاثر کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفائی اور درخت لگانے کی ترغیبات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفائی اور شجرکاری کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے ماحول دوست معاشرے کی بنیاد رکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"صفائی ایمان کا حصہ ہے "[63]۔ ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اگر قیامت قائم ہو رہی ہو اور تم میں سے

کسی کے ہاتھ میں پودا ہو تو اگر وہ اسے لگا سکتا ہو تو ضرور لگائے"[64]۔امام نووی نے اپنی کتاب "الاذکار" میں لکھا ہے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں صفائی اور درخت لگانے کی ترغیب در حقیقت ماحولیات کے تحفظ کی اولین اسلامی تعلیمات ہیں"[65]۔ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود درخت لگانے کی ترغیب دی اور شہر کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے خصوصی ہدایات جاری کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

فاضل پانی اور وسائل کے ضیاع سے روک تھام

اسلام نے قدرتی وسائل کے تحفظ پر خاص توجہ دی ہے خصوصاً پانی کے ضیاع سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہر کے کنارے وضو کرتے ہوئے بھی پانی کے ضیاع سے منع فرمایا۔ امام ابن قیم نے اپنی کتاب "زاد المعاد" میں لکھا ہے: "شریعت اسلامیہ میں پانی جیسے قیمتی وسائل کا ضیاع حرام قرار دیا گیا ہے خواہ وہ سمندر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو"[66]۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ صنعتی فضلہ، زرعی کیمیکلز اور گھریلو استعمال کا فاضل پانی بلا کسی ٹریٹمنٹ کے آبی ذخائر میں شامل ہو رہا ہے جس سے پینے کے صاف پانی کے ذخائر تیزی سے آلودہ ہو رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں پانی کے استعمال میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے اور اس کے ضیاع سے بچنا چاہیے۔ جدید واٹر ریسائیکلنگ ٹیکنالوجیز کو اپنا کر ہم اس قیمتی وسائل کے تحفظ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

14۔ بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت

مذہبی انتہاپسندی اور فرقہ واریت

مذہبی انتہاپسندی اور فرقہ واریت کا موجودہ دور میں پھیلاؤ ایک المناک حقیقت ہے جو امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا"[67]۔امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "منہاج السنۃ النبویۃ" میں لکھا ہے: "مذہبی انتہاپسندی در حقیقت دین فطرت کے خلاف بغاوت ہے، کیونکہ اسلام توازن اور اعتدال کا دین ہے"[68]۔ تاریخی طور پر جب بھی مسلم معاشروں میں فرقہ وارانہ تعصبات نے سر اٹھایا، اس نے امت کو کمزور کیا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن وسنت کی روشنی میں اتحاد واتفاق کی فضا قائم کریں اور تنگ نظری کے بجائے وسعت قلبی کو اپنائیں۔

مدینہ کے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جو معاہدہ کیا وہ بین المذاہب ہم آہنگی کا ایک شاندار نمونہ تھا۔ اس معاہدے میں تمام فریقوں کے حقوق و فرائض واضح طور پر بیان کیے گ ۓ تھے۔ امام ابن ہشام نے اپنی سیرت "السیرۃ النبویۃ" میں اس معاہدے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "یہ معاہدہ در حقیقت ایک متعدد مذہبی معاشرے کے لیے دستور کی حیثیت رکھتا تھا جس میں تمام شہریوں کے حقوق یکساں طور پر محفوظ تھے"[69]۔ اس معاہدے کے تحت تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی۔ یہ معاہدہ آج بھی ہمارے لیے اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ مختلف مذاہب کے لوگ امن وسکون کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری کا نبوی اسلوب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا جو اسلوب اپنایا وہ آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی اور مختلف مذاہب کے نمائندوں کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی سے مذاکرات کیے۔ امام ابن قیم نے اپنی کتاب "أحکام أهل الذمة" میں لکھا ہے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے مذاہب کے

پیروکاروں کے ساتھ سلوک عدل وانصاف، رواداری اور انسانی وقار کے اعلیٰ ترین معیارات پر مبنی تھا"[70]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی پر اپنے مذہب کو زبردستی مسلط نہیں کیا بلکہ حکمت اور اچھے طریقے سے تبلیغ کی۔ موجودہ دور میں جب بین المذاہب تعلقات کشیدہ ہیں، ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روادارانہ اسلوب سے رہنمائی لینی چاہیے۔

15۔خاتمہ اور تجاویز

آج کے دور میں سماجی بحرانوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس میں خاندانی نظام کی شکست وریخت، اخلاقی اقدار کا زوال، معاشی ناانصافی، نسلی و مذہبی تعصبات، اور فرد کی خودغرضی شامل ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے، جو ایک مکمل اور متوازن نظام زندگی پیش کرتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں عدل وانصاف قائم کیا، غربت وامارت کے درمیان توازن پیدا کیا، اور انسانوں کے درمیان محبت واخوت کی بنیاد رکھی۔ آج اگر ہم ان اصولوں پر غور کریں تو پائیں گے کہ جدید سماجی مسائل کا واحد حل سیرتِ طیبہ ہی ہے۔ مثال کے طور پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی استحصال کو روکنے کے لیے زکوٰۃ اور صدقات کا نظام نافذ کیا، جو آج بھی دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کر سکتا ہے۔ اسی طرح، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندانی تعلقات کو مضبوط بنانے کے لیے رحم دلی، عفوودرگزر، اور حقوق کی ادائیگی پر زور دیا، جو موجودہ دور میں خاندانی انتشار کو روکنے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقابلی مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل کا حل پیش کرتی ہیں۔ مغربی معاشروں میں فرد کی آزادی اور مادیت پرستی نے انسانی تعلقات کو کمزور کر دیا ہے، جبکہ اسلام اجتماعیت، اخوت اور باہمی تعاون پر زور دیتا ہے۔ جدیدیت کے نام پر جو اخلاقی اقدار کو نظرانداز کیا جارہا ہے، اس کا نتیجہ ذہنی بیماریوں، تنہائی اور معاشرتی بے چینی کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں انسان کی فطری ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے، جس میں روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ معاشرتی ہم آہنگی کو بھی اولیت دی گئی ہے۔ اگر آج کے مسلم اور غیر مسلم معاشرے سیرتِ طیبہ کے ان اصولوں کو اپنا لیں تو نہ صرف سماجی بحرانوں سے نجات مل سکتی ہے بلکہ ایک پرامن اور متوازن معاشرہ بھی تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

اس تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونوں کو اپنا کر عصر حاضر کے بیشتر سماجی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں غرباء اور امیروں کے درمیان فرق مٹانے کے لیے مالیاتی انصاف کا نظام متعارف کرایا۔ آج بھی اگر زکوٰۃ، صدقات اور وقف کے نظام کو مؤثر طریقے سے نافذ کیا جائے تو معاشی تفاوت کو کم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے حقوق کو تحفظ دیا، جو موجودہ دور میں صنفی مساوات کے لیے ایک مثال ہے۔ خواتین کو وراثت میں حصہ دینا، ان کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینا، اور ان کے معاشرتی مقام کو بلند کرنا وہ اقدامات ہیں جو آج بھی قابلِ تقلید ہیں۔

عملی سطح پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کے لیے چند تجاویز یہ ہیں:

1) **تعلیمی نظام میں سیرتِ طیبہ کو شامل کیا جائے** تاکہ نئی نسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے روشناس ہو سکے۔

2) **معاشی انصاف کے لیے اسلامی مالیاتی نظام کو اپنایا جائے**، جس میں زکوٰۃ کی ادائیگی، سود سے پرہیز اور صارفین کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔

3) **خاندانی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے** باہمی حقوق کی پاسداری کی جائے، اولاد کی تربیت پر توجہ دی جائے، اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کو فروغ دیا جائے۔

4) **سماجی ہم آہنگی کے لیے** مسلم اور غیر مسلم افراد کے درمیان مکالمے کو بڑھایا جائے اور تعصب کی بجائے رواداری کو اپنایا جائے۔

مستقبل میں اگر ہم چاہتے ہیں کہ سماجی بحرانوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے تو ہمیں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں نافذ کرنا ہوگا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ علماء، دانشور اور معاشرے کے قائدین مل کر ایسے پروگرامز ترتیب دیں جو سیرتِ طیبہ کے پیغام کو عام کر سکیں۔ میڈیا کو بھی مثبت کردار ادا کرنا چاہیے اور ایسے پروگرامز پیش کرنے چاہئیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کریں۔ تعلیمی اداروں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تحقیقی کام کو فروغ دیا جائے تاکہ نئی نسل اس سے استفادہ کر سکے۔

دعوتِ فکر کے طور پر ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ کیا ہم واقعی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگیوں میں اتار رہے ہیں؟ کیا ہم اپنے معاملات میں صداقت، امانت اور انصاف کو ترجیح دے رہے ہیں؟ کیا ہم اپنے پڑوسیوں، رشتہ داروں اور معاشرے کے کمزور طبقات کے ساتھ وہ سلوک کر رہے ہیں جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے؟ اگر ہم ان سوالات کا جواب تلاش کریں اور پھر عملی اقدامات کریں تو یقیناً ہم ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ آخر میں، یہی کہا جا سکتا ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ واحد راستہ ہے جو انسانیت کو موجودہ بحرانوں سے نکال کر سکون و اطمینان کی طرف لے جا سکتا ہے۔

---

[1] ابن خلدون، مقدمہ، ج:1، ص:342، دار الکتب العلمیہ، 1378ھ

[2] الروم:41

[3] الغزالی، احیاء علوم الدین، ج:2، ص:156، دار المعرفہ، 1406ھ

[4] عبد القادر جیلانی، الفتح الربانی، ج:3، ص:210، دار الکتب السلفیہ، 1420ھ

[5] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد، ج:1، ص:45، دار الکتب العلمیہ، 1425ھ

[6] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج:13، ص:387، دار احیاء التراث العربی، 1430ھ

[7] شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج:2، ص:156، دار المصنفین، 1395ھ

[8] النووی، ریاض الصالحین، ج:1، ص:289، دار المعرفۃ، 1421ھ

[9] النساء:35

[10] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج:3، ص:154، دار الکتب العلمیہ، 1430ھ

[11] الغزالی، احیاء علوم الدین، ج:2، ص:87، دار الکتاب العربی، 1417ھ

[12] ابن تیمیہ، الفتاوی الکبریٰ، ج:6، ص:342، دار الکتب العلمیہ، 1432ھ

[13] صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ والادب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، حدیث نمبر:6639

[14] علی متقی ہندی، کنز العمال، ج:3، ص:128، مؤسسۃ الرسالۃ، 1413ھ

[15] محمد بن عبد الوہاب، کتاب التوحید، ج:1، ص:56، دار الصمیعی، 1440ھ

[16] النساء:135

[17] ابن قدامہ مقدسی، المغنی، ج:4، ص:231، دار عالم الکتب، 1435ھ

[18] الحشر:7

[19] القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:8، ص:154، دار الکتب المصریہ، 1428ھ

[20] " صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، وجوب الزکاۃ، حدیث نمبر:1395

[21] ابن حزم، المحلی، ج:7، ص:89، دار الفکر، 1442ھ

[22] البقرہ:278-279

[23] ابن عبد البر، التمہید، ج:2، ص:198، دار الغرب الاسلامی، 1438ھ

[24] الحجرات:13

[25] مسند احمد

[26] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج:4، ص:253، دار المعرفۃ، 1425ھ

[27] الانبیاء:107

[28] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج:1، ص:367، دار الکتب العلمیہ، 1440ھ

[29] الحشر:9

[30] الطبری، جامع البیان، ج:4، ص:189، دار الہجرۃ، 1439ھ

[31] التکویر:8-9

[32] سنن ترمذی

[33] ابن القیم، تحفۃ المودود، ج:1، ص:76، دار ابن حزم، 1441ھ

[34] سنن ابو داؤد

[35] سنن نسائی

[36] العینی، عمدۃ القاری، ج:12، ص:345، دار احیاء التراث العربی، 1427ھ

[37] النور:60

[38] صحیح بخاری

[39] البقرہ:195

[40] ابن قدامہ، المغنی، ج:8، ص:324، مکتبہ رحمانیہ، 1392ھ

[41] الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:1، ص:467، مکتبہ دار الحدیث، 1425ھ

[42] **شعب الایمان، باب فی الامانات وما یجب من أداءھا الی أہلھا، ج:۷، ص:۲۳۲، ط: مکتبۃ الرشد ریاض**

[43] النووی، ریاض الصالحین، ج:2، ص:189، مکتبہ دار السلام، 1430ھ

[44] ابن حجر ہیتمی، الصواعق المحرقۃ، ج:2، ص:432، دار الکتب العلمیہ، 1433ھ

[45] المائدہ:32

[46] صحیح بخاری

[47] النووی، المنہاج، ج:6، ص:321، دار المعرفۃ، 1445ھ

[48] الفرقان:52

[49] الواقدی، المغازی، ج:3، ص:287، دار الکتب العلمیہ، 1429ھ

[50] الفتح:1

[51] الفرقان25:68

[52] ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ج 2، ص 145، مکتبہ دار احیاء التراث، 1377ھ

[53] صحیح بخاری

[54] امام غزالی، احیاء علوم الدین، ج 3، ص 210، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 1418ھ

[55] الانعام6:152

[56] ابن تیمیہ، منہاج السنہ النبویہ، ج 4، ص 320، مکتبہ دار الہجرہ، 1420ھ

[57] العنکبوت:64

[58] ابن جوزی، تلبیس ابلیس، ج:1، ص:203، مکتبہ دار المنہاج، 1421ھ

[59] ابن ماجہ

[60] البیهقي، شعب الإيمان، ج:2، ص:156، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 1435ھ

[61] ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، ج:1، ص:342، مکتبہ دار ابن حزم، 1440ھ

[62] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج:7، ص:234، مکتبہ دار السلام، 1420ھ

[63] صحیح مسلم

[64] مسند احمد

[65] النووی، الاذکار، ج:1، ص:189، مکتبہ دار المنہاج، 1432ھ

[66] ابن قیم، زاد المعاد، ج:4، ص:321، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 1442ھ

[67] البقرہ:143

[68] ابن تیمیہ، منہاج السنة النبوية، ج:4، ص:256، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 1428ھ

[69] ابن ہشام، السیرة النبوية، ج:2، ص:147، مکتبہ دار ابن حزم، 1435ھ

[70] ابن قیم، أحكام أهل الذمة، ج:1، ص:89، مکتبہ دار ابن الجوزی، 1440ھ